ہمدم دیرینہ کی رخصت ۔ ادبی دنیا ایک روشن ستارے سے محروم ہوگئی

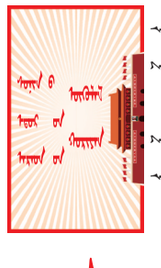

ہمدم دیرینہ، ڈاکٹر خلیق انجم

ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اپنی ذات کو دوسروں کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔ وہ ایک فرد نہیں بلکہ ایک ادارہ تھے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اردو زبان و ادب کی خدمت میں گزرا۔ ان کی رحلت سے ادبی دنیا ایک روشن ستارے سے محروم ہوگئی ہے۔

خلیق انجم 20 فروری 1926ء کو اترپردیش کے ضلع بلند شہر کے ایک گاؤں نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ایک زمیندار تھے اور گھر کا ماحول علمی تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ بعد میں وہ دہلی آ گئے اور یہاں سے میٹرک کیا۔ تقسیم کے وقت ان کا خاندان ہجرت کر کے پاکستان چلا گیا، مگر خلیق انجم نے بھارت میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ آسان نہیں تھا، لیکن انہوں نے اپنی مٹی سے جڑے رہنے کو ترجیح دی۔

ابتدا میں انہوں نے کچھ عرصہ ملازمت کی، مگر جلد ہی انہیں احساس ہو گیا کہ ان کا اصل میدان تحقیق اور تدوین ہے۔ انہوں نے 1950ء کی دہائی میں اردو کے قدیم متون کی تلاش شروع کی۔ اس زمانے میں نہ تو وسائل تھے اور نہ ہی سہولتیں، لیکن خلیق انجم کے حوصلے بلند تھے۔ وہ گھنٹوں پرانی کتابوں کے ڈھیر میں بیٹھ کر قلمی نسخوں کو تلاش کرتے رہتے۔ یہی محنت بعد میں ان کی پہچان بنی۔

ان کا سب سے بڑا کارنامہ ’’انجمن ترقی اردو ہند‘‘ کی تنظیم نو ہے۔ 1973ء میں جب وہ انجمن کے جنرل سیکرٹری بنے تو انجمن کی حالت اچھی نہیں تھی۔ مالی مسائل تھے اور کام بھی محدود تھا۔ خلیق انجم نے انجمن کو ایک فعال ادارہ بنا دیا۔ انہوں نے نئی کتابیں شائع کیں، پرانی کتابوں کے نئے ایڈیشن نکالے اور انجمن کی لائبریری کو بہت وسیع کیا۔ ان کی کوششوں سے انجمن کا شمار ملک کے اہم علمی اداروں میں ہونے لگا۔

خلیق انجم کی تحقیقی خدمات بھی بے مثال ہیں۔ انہوں نے میر تقی میر، مرزا غالب، سرسید احمد خان اور دیگر کلاسیکی ادیبوں پر کام کیا۔ ان کی مرتبہ کتابوں میں متن کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک غلط لفظ پوری نسل کو گمراہ کر سکتا ہے، اس لیے متن کی درستی ان کے نزدیک سب سے اہم کام تھا۔ ان کے مقدمے بھی علمی اور تحقیقی لحاظ سے بہت وقیع ہیں۔

خلیق انجم کی شخصیت میں انکسار بہت نمایاں تھا۔ وہ بڑے سے بڑے عہدے پر رہے، مگر ان کے لہجے میں کبھی غرور نہیں آیا۔ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ان کا معمول تھا۔ کئی نوجوان محققین نے ان کی رہنمائی میں کام کیا اور آج وہ خود اس میدان کے معتبر نام ہیں۔ یہ بھی ان کی بڑی خدمت ہے کہ انہوں نے ایک پوری نسل تیار کی۔

ان کی وفات سے اردو دنیا کا ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے جو اپنی زندگی کا ہر لمحہ ایک مشن کی طرح گزاریں۔ خلیق انجم کا مشن اردو کی خدمت تھا۔ انہوں نے اس مشن کو پورا کیا۔ ان کی کتابیں، ان کی انجمن اور ان کے شاگرد ان کی یاد کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

(باقی صفحہ 20 کالم 10 پر ملاحظہ کریں)

سرسبز کی مقامی تاریخ پر مشتمل کتاب ’’یادِ رفتگاں‘‘ کی رونمائی ہوئی ہے۔ مقررین نے کہا کہ ایسی کتابیں نئی نسل کو اپنے ماضی سے جوڑتی ہیں۔ مصنف نے بتایا کہ کتاب کی تیاری میں تین برس لگے۔ انہوں نے پرانے بزرگوں سے ملاقاتیں کیں، پرانی تصاویر جمع کیں اور پرانے اخبارات کی فائلیں کھنگالیں۔ ان کا کہنا تھا کہ بہت سی باتیں اگر آج لکھ نہ لی جائیں تو کل ہمیشہ کے لیے کھو جائیں گی۔

سابق صوبائی وزیر سید ظہیر الدین نقوی نے کہا کہ ہر شہر کی اپنی ایک کہانی ہوتی ہے اور جو قومیں اپنی کہانیاں محفوظ کرتی ہیں وہی اپنے مستقبل کو بہتر بنا سکتی ہیں۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ان کی جماعت کتاب کے دوسرے حصے کی اشاعت میں مدد کرے گی۔ ڈپٹی کمشنر سرسبز نے کہا کہ ضلعی انتظامیہ کتاب کی رونمائی کی تقریب کا انعقاد کرے گی۔

تقریب کے آخر میں مصنف نے کہا کہ یہ کتاب ان کی طرف سے شہر کے نام ایک خط ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کسی قاری کو اس میں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ ان کی رہنمائی کرے، کیونکہ اگلے ایڈیشن میں وہ اسے درست کر دیں گے۔ ہال دیر تک تالیوں سے گونجتا رہا۔ بعد ازاں مہمانوں کو کتاب کے تحفے دیے گئے۔

(باقی صفحہ 20 کالم 10 پر ملاحظہ کریں)

ہمدم دیرینہ کی رخصت ۔ ادبی دنیا ایک روشن ستارے سے محروم ہوگئی

□ ہمدم دل ہمدم دل ہمدم و ہمکلام

ہمدم دیرینہ کی رخصت ۔ ادبی دنیا ایک روشن ستارے سے محروم ہوگئی

ہمدم دیرینہ، ڈاکٹر خلیق انجم

ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اپنی ذات کو دوسروں کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔ وہ ایک فرد نہیں بلکہ ایک ادارہ تھے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اردو زبان و ادب کی خدمت میں گزرا۔ ان کی رحلت سے ادبی دنیا ایک روشن ستارے سے محروم ہوگئی ہے۔

خلیق انجم 20 فروری 1926ء کو اترپردیش کے ضلع بلند شہر کے ایک گاؤں نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ایک زمیندار تھے اور گھر کا ماحول علمی تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ بعد میں وہ دہلی آ گئے اور یہاں سے میٹرک کیا۔ تقسیم کے وقت ان کا خاندان ہجرت کر کے پاکستان چلا گیا، مگر خلیق انجم نے بھارت میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ آسان نہیں تھا، لیکن انہوں نے اپنی مٹی سے جڑے رہنے کو ترجیح دی۔

ابتدا میں انہوں نے کچھ عرصہ ملازمت کی، مگر جلد ہی انہیں احساس ہو گیا کہ ان کا اصل میدان تحقیق اور تدوین ہے۔ انہوں نے 1950ء کی دہائی میں اردو کے قدیم متون کی تلاش شروع کی۔ اس زمانے میں نہ تو وسائل تھے اور نہ ہی سہولتیں، لیکن خلیق انجم کے حوصلے بلند تھے۔ وہ گھنٹوں پرانی کتابوں کے ڈھیر میں بیٹھ کر قلمی نسخوں کو تلاش کرتے رہتے۔ یہی محنت بعد میں ان کی پہچان بنی۔

ان کا سب سے بڑا کارنامہ ’’انجمن ترقی اردو ہند‘‘ کی تنظیم نو ہے۔ 1973ء میں جب وہ انجمن کے جنرل سیکرٹری بنے تو انجمن کی حالت اچھی نہیں تھی۔ مالی مسائل تھے اور کام بھی محدود تھا۔ خلیق انجم نے انجمن کو ایک فعال ادارہ بنا دیا۔ انہوں نے نئی کتابیں شائع کیں، پرانی کتابوں کے نئے ایڈیشن نکالے اور انجمن کی لائبریری کو بہت وسیع کیا۔ ان کی کوششوں سے انجمن کا شمار ملک کے اہم علمی اداروں میں ہونے لگا۔

خلیق انجم کی تحقیقی خدمات بھی بے مثال ہیں۔ انہوں نے میر تقی میر، مرزا غالب، سرسید احمد خان اور دیگر کلاسیکی ادیبوں پر کام کیا۔ ان کی مرتبہ کتابوں میں متن کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک غلط لفظ پوری نسل کو گمراہ کر سکتا ہے، اس لیے متن کی درستی ان کے نزدیک سب سے اہم کام تھا۔ ان کے مقدمے بھی علمی اور تحقیقی لحاظ سے بہت وقیع ہیں۔

خلیق انجم کی شخصیت میں انکسار بہت نمایاں تھا۔ وہ بڑے سے بڑے عہدے پر رہے، مگر ان کے لہجے میں کبھی غرور نہیں آیا۔ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ان کا معمول تھا۔ کئی نوجوان محققین نے ان کی رہنمائی میں کام کیا اور آج وہ خود اس میدان کے معتبر نام ہیں۔ یہ بھی ان کی بڑی خدمت ہے کہ انہوں نے ایک پوری نسل تیار کی۔

ان کی وفات سے اردو دنیا کا ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے جو اپنی زندگی کا ہر لمحہ ایک مشن کی طرح گزاریں۔ خلیق انجم کا مشن اردو کی خدمت تھا۔ انہوں نے اس مشن کو پورا کیا۔ ان کی کتابیں، ان کی انجمن اور ان کے شاگرد ان کی یاد کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

(باقی صفحہ 20 کالم 10 پر ملاحظہ کریں)

سرسبز کی مقامی تاریخ پر مشتمل کتاب ’’یادِ رفتگاں‘‘ کی رونمائی ہوئی ہے۔ مقررین نے کہا کہ ایسی کتابیں نئی نسل کو اپنے ماضی سے جوڑتی ہیں۔ مصنف نے بتایا کہ کتاب کی تیاری میں تین برس لگے۔ انہوں نے پرانے بزرگوں سے ملاقاتیں کیں، پرانی تصاویر جمع کیں اور پرانے اخبارات کی فائلیں کھنگالیں۔ ان کا کہنا تھا کہ بہت سی باتیں اگر آج لکھ نہ لی جائیں تو کل ہمیشہ کے لیے کھو جائیں گی۔

سابق صوبائی وزیر سید ظہیر الدین نقوی نے کہا کہ ہر شہر کی اپنی ایک کہانی ہوتی ہے اور جو قومیں اپنی کہانیاں محفوظ کرتی ہیں وہی اپنے مستقبل کو بہتر بنا سکتی ہیں۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ان کی جماعت کتاب کے دوسرے حصے کی اشاعت میں مدد کرے گی۔ ڈپٹی کمشنر سرسبز نے کہا کہ ضلعی انتظامیہ کتاب کی رونمائی کی تقریب کا انعقاد کرے گی۔

تقریب کے آخر میں مصنف نے کہا کہ یہ کتاب ان کی طرف سے شہر کے نام ایک خط ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کسی قاری کو اس میں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ ان کی رہنمائی کرے، کیونکہ اگلے ایڈیشن میں وہ اسے درست کر دیں گے۔ ہال دیر تک تالیوں سے گونجتا رہا۔ بعد ازاں مہمانوں کو کتاب کے تحفے دیے گئے۔

(باقی صفحہ 20 کالم 10 پر ملاحظہ کریں)